مولانا عبدالستار گوندل

تعارف الحدیث

۱۔ "عن جریر بن عبد اللہ۔ قال بایعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ والنصح لکل مسلم" (مشکوٰۃ)

"حضرت جریرؓ بن عبداللہ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان باتوں پر بیعت کی کہ نماز کو پابندی کے ساتھ پڑھوں گا، زکوٰۃ باقاعدہ دوں گا اور ہر مسلم کے ساتھ خیر خواہی کروں گا۔"

آدمی کلمہ پڑھ کر جب حلقۂ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ گویا اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ اب اس نے غیر اللہ سے منہ موڑ کر ایک اللہ، معبودِ حقیقی کی طرف رجوع کر لیا ہے۔ اس اعتقاد کے بعد اعمال کا مرحلہ آتا ہے۔ چنانچہ جریرؓ بن عبداللہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پابندی کے ساتھ نماز پڑھا کرو، اپنی آمدنی میں سے کچھ حصہ بطور زکوٰۃ حاجتمندوں کے لیے الگ کر کے اپنے حاکموں کو دے دیا کرو تاکہ وہ مناسب جگہ اسے خرچ کریں، اس کے بعد ایک بڑا کام جو تمہیں کرنا ہے وہ یہ ہے کہ ہمیشہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کرو، یعنی کسی کو دکھ، تکلیف اور ایذا نہ پہنچاؤ، اس کی چیز اس سے نہ چھینو، اسے دھوکا نہ دو، اس کے ساتھ دغا فریب نہ کرو، اس کے ساتھ اس طرح نہ رہو کہ زبان پر کچھ ہو اور دل میں کچھ۔ یہ تھیں وہ باتیں جن پر حضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جریرؓ بن عبداللہ سے بیعت لی۔

عن عبد الرحمٰن ابن ابی قراد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم توضأ یوما فجعل اصحابہ یتمسحون بوضوئہ۔ فقال لہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما یحملکم علی ھذا؟ قالوا حب اللہ و رسولہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ من سرہ ان یحب

اللہ ورسولہ او یحبہ اللہ ورسولہ فلیصدق حدیثہ اذا حدث ولیؤد امانتہ اذا ائتمن ولیحسن جوار من جاورہ " (مشکوٰۃ)

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن قراد سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، صحابہؓ آپؐ کے وضو کا پانی لے لے کر چہرہ اور بدن پر ملنے لگے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا، " ایسا کرنے پر تمہیں کس چیز نے آمادہ کیا؟ " صحابہؓ نے عرض کیا، کہ " اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت نے " اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، " جس کو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرنے کی خوشی ہو، یا یہ چاہتا ہو کہ اللہ اور اس کے رسولؐ اس سے محبت کریں، اسے چاہیے کہ قول کا سچا بنے، اگر کوئی اس کے پاس امانت رکھوائے تو اسے ادا کر دے اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے "

اس حدیث پر غور کرنے سے ایک بڑے پتے کی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ محبت کا اظہار سطحی اور اوپری باتوں میں نہ مفید ہے نہ کافی۔ بلکہ محبت کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ انسان اپنے محبوب کی رضا کا طالب رہے اور جو وہ کہے اسے فوراً دل وجان سے بجا لائے۔

آپؐ نے جو کچھ فرمایا اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ اور اس کے رسول برحقؐ کی محبت کا تقاضا یہ ہونا چاہیے کہ آدمی اپنے اخلاق وآداب کو آپؐ کے ارشادات کے مطابق درست کرے، آپؐ کے نام سے مجلسیں منعقد کرنا اور ان میں مدحیہ اور نعتیہ اشعار پڑھنا، سننا، تعظیم و محبت کے زبانی دعوے کرنا، لیکن آپؐ کے ارشادات پر بالکل عمل نہ کرنا اور محض برکات کی زیادت اور زبانی جمع خرچ کو کافی سمجھنا کافی نہیں۔ یہ محبت کے زبانی دعوے تو ہو سکتے ہیں لیکن حقیقی محبت نہیں۔

" عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال والذی نفسی بیدہ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین "

" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا، " اس پاک ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے

باپ، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔"

مومن کی عزیز ترین شے اس کا ایمان ہے کیونکہ یہی ایک ابدی چیز ہے جو اس دنیا میں بھی اور اس کے بعد آنے والی دُنیا میں بھی اس کے کام آئے گی۔ ایمان ہی اسے خدا کا خوف دلاتا ہے، ہر بُرے کام سے روکتا ہے، افراط و تفریط سے ہٹا کر عین اعتدال اور انسانیت کی فطری راہ پر چلاتا ہے اور مرنے کے بعد اسے جنت کا وارث بناتا ہے، اس لیے ایمان پر ثابت قدمی سے قائم رہنا گویا دُنیا اور آخرت کی کامیابیاں سمیٹنے کی ضمانت ہے۔

جس شخص کے سینے میں ایمان کی روشنی نہیں اس جیسا غیر ذمہ دار اور بے راہ رو اور کوئی آدمی نہیں ہو سکتا، گویا وُہ اندھیرے میں بھٹکتا پھرتا ہے، نیک و بد میں کوئی تمیز نہیں کرتا، باطل پرستی میں گرفتار رہے، شیطان کی راہ پر چلتا ہے۔ اپنی نفسانی خواہشوں کو پُورا کرنے کے لیے جھوٹ، دھوکہ، مکاری، لالچ، خود غرضی اور حسد کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔ ایمان کی عدم موجودگی میں وُہ ہر بدی اور ہر شر کا سرچشمہ بن جاتا ہے، ذلیل و خوار ہو کر بے بسی کی موت مرتا ہے اور آخر کار دوزخ کی آگ کا ایندھن بنتا ہے۔

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ قید لگا دی کہ کوئی شخص اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک اس کے نزدیک ہر شے سے زیادہ اللہ کا نبی محبوب نہ ہو جائے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ وُہ شخص اپنے والدین، اپنے عزیز و اقارب، اپنی جان اور دنیا کے تمام لوگوں کی رائے اور رضا کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا سے مقدم نہ سمجھے آپؐ سے محبت کرنے کی غایت یہ ہے کہ آپؐ کے ہر قول و فعل کو اپنی زندگی میں نمونہ بنائے، اس کے منہ سے کوئی ایسی بات نکلنے نہ پائے جو کسی صورت میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہو اور کوئی ایسی حرکت اس سے سرزد نہ ہو جو آپؐ کی تعلیمات اور ارشادات کے خلاف ہو، بلکہ وُہ ہر معاملہ میں آپؐ کی رضامندی کو مقدم سمجھے۔ جہاں کہیں ایسا اتفاق ہو کہ ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور تعلیمات کا تقاضا تو یہ ہو کہ غریب اور مسکین بھائیوں کو سہارا دیا جائے لیکن دوسری طرف مال و دولت کی محبت آڑے آتی ہو تو مومن کو چاہیے کہ وُہ اپنا ایمان قائم رکھنے کے لیے آں حضرتؐ کی رضامندی کی خاطر مال کی محبت ترک کر دے اور اپنے بے کس بھائی کی مالی امداد کر کے آپؐ سے اپنی محبت کا ثبوت دے۔ اسی طرح اپنے والدین، اولاد اور دُوسرے لوگوں کی محبت کے مقابلہ میں رسول اللہ سے زیادہ

محبت رکھنی چاہیے اور آپؐ کے فیصلہ کے مقابلہ میں تمام فیصلوں کو پیچھے ڈال دینا چاہیے۔

"عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل امتی یدخلون الجنۃ الا من ابی قیل ومن ابی قال من اطاعنی دخل الجنۃ ومن عصانی فقد ابی۔"

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، "میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی سوائے اس کے جس نے انکار کیا،" آپؐ سے پوچھا گیا کہ "انکاری کون ہے"؟ تو آپؐ نے فرمایا، "جس نے میری اطاعت کی وہ بہشت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی وہ انکاری ٹھہرا۔" (مشکوٰۃ)

نبی آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کے بارے میں یہ فرمایا ہے، کہ یہ ساری کی ساری جنت میں داخل ہوگی سوائے اس کے کہ جس نے نافرمانی اور سرکشی کی راہ اختیار کی۔ صحابہؓ نے آپؐ سے پوچھا کہ "اے اللہ کے رسولؐ! وہ کون ہیں جنھوں نے نافرمانی اور سرکشی کی؟" آپؐ نے جواب میں فرمایا کہ "یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے میری اطاعت نہ کی اور میرے احکام کو ٹھکرا دیا۔"

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ میں دنیا میں لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر انبیاءؑ کو مبعوث کروں گا، چنانچہ جوں جوں انسانی نسل کرۂ ارض پر پھیلتی چلی گئی، اللہ تعالیٰ خاص خاص مقامات پر گمراہ قوموں کی طرف اپنے برگزیدہ انبیاء کو مبعوث فرماتے رہے جو اللہ تعالیٰ کی تعلیمات اور احکام ان لوگوں کو بتاتے اور سیدھی راہ کی طرف ہدایت کرتے رہے۔ اس نبوت اور ہدایت کی حیثیت مقامی اور وقتی ہوتی تھی، آخر ایک وقت ایسا بھی آیا، جب اللہ تعالیٰ نے دنیا کے کل انسانوں کو قیامت تک ہدایت دینے کے لیے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھیجا، جس کا پیغام تمام دنیا کے اس وقت سے لے کر روز قیامت تک آنے والے لوگوں کے لیے تھا۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام اس کے احکام اور اس کی ہدایات ہم تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت پہنچی ہیں، اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی صفات پہچاننے کے لیے

(بقیہ بر صا ۳)